# مزارعت اور ربا

محمد یوسف گورایہ

**ذرائع پیداوار کی وسعت**

انسانی آبادی اور ذرائع پیداوار میں توازن، مسئلہ معاش کا اہم پہلو ہے۔ قرآن نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کی پیداوار کو انسان کی روزی "رزقاً للعباد"[1] قرار دے کر ذرائع پیداوار میں بے انتہا فراخی اور وسعت پیدا کر دی۔ انسان میں تسخیر کائنات "سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعاً"[2] کا جذبہ بیدار کر کے ان وسیع و عریض ذرائع کو انسانی تصرف میں لانے کی طرف توجہ دلائی "وابتغوا من فضل اللہ"[3] تلاش کرو اللہ کا فضل (روزی)

**ذرائع پیداوار اور مسئلہ ملکیت**

ذرائع پیداوار کی ملکیت کا معاملہ معاشی مسئلے کا اہم ترین پہلو ہے۔ قرآن نے ذرائع پیداوار کو خالقِ کائنات کی ملکیت قرار دے کر اس نزاعی مسئلے کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ "للہ ما فی السموات وما فی الارض"[4] جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ کا ہے۔

**ذرائع پیداوار میں مساوات**

روزی کے ذخیروں" اقواتھا "سے استفادے کا طریق کار مسئلہ معاش میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن نے اس مسئلہ کو اس طرح حل کیا کہ تمام انسانوں کو استفادے میں مساوی طور پر شریک کر دیا "سواءً للسائلین"[5] برابر

---

[1] القرآن - ۵۰ : ۶ تا ۱۱

[2] القرآن - ۴۵ : ۱۳

[3] القرآن - ۶۲ : ۱۰

[4] القرآن - ۲ : ۲۸۴

[5] القرآن - ۴۱ : ۱۰

ہے تلاش وجستجو کرنے والوں کے لئے۔ چونکہ معاش ہر انسان کی بنیادی ضرورت ہے، اس لئے نسل انسانی کے کمزور طبقہ عورت کو بھی مساوات میں برابر شریک بنانے کے لئے خاص طور پر وضاحت فرمائی: "للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن"[۷] مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں جو وہ کمائیں اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں۔ انسان صرف اس کمائی میں تصرف کر سکتا ہے جسے وہ خود اپنی محنت سے کمائے: "لیس للانسان الا ما سعیٰ"[۸] نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جو اس نے کمایا۔

### صلاحیتوں میں تفاوت کی حکمت

قرآن نے انسان کی ذہنی وجسمانی صلاحیتوں میں تفاوت کے پیش نظر کمائی کے نقطۂ نظر سے بعض کے بعض پر تفوق کو تسلیم کیا ہے: "واللہ فضل بعضکم علیٰ بعض فی الرزق"[۹] اللہ نے رزق (دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس تفاوت میں اللہ کی یہ حکمت پنہاں ہے کہ جو لوگ پیدائشی طور پر معذور ہوں یا ناگہانی آفات کا شکار ہو کر خود کمائی کرنے کے اہل نہ رہیں، ان کی ضروریات کی کفالت ان لوگوں پر ڈالی جائے جنہیں قدرت نے وافر صلاحیتوں سے نوازا ہو: "فی اموالھم حق للسائل والمحروم"[۱۰] ان کی کمائی میں محتاج ومحروم کا حق ہے۔ ان تعلیمات کے زیر اثر لوگوں کے ذہنوں میں خود بخود یہ سوالات ابھرنے لگے کہ اپنی کمائی میں سے کتنا خرچ کریں اور کتنا پاس رکھیں۔ قرآن نے اس بارے میں ایک اصولی بات بتا دی ہے: "یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو"[۱۱] آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، کہہ دیجئے کہ جتنا ضرورت سے زائد ہے۔

### باصلاحیت افراد کی کمائی میں محتاج ومحروم کی حکماً شرکت

قرآن نے معذور ومحروم افراد ملت کو باصلاحیت افراد کی کمائی میں حکماً شریک کر کے مسئلہ معاش کی تاریخ میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اس انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ باصلاحیت افراد تا اندازہ ضرورت کمائی دوسروں کو دیتے وقت یہ ایمان رکھتے تھے کہ ان کی

---

[۷] القرآن - ۴: ۳۲
[۸] القرآن - ۵۳: ۳۹
[۹] القرآن - ۱۶:
[۱۰] القرآن - ۵۱: ۱۹
[۱۱] القرآن - ۲: ۲۱۹

کمائی میں ایک متعین حق محتاج و محروم لوگوں کا ہے: "والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم"[۱۱] اس آیت میں یہ ہدایت بھی کی گئی ہے کہ ہر معاشرے کو اپنے معاشرتی واقتصادی حالات کے پیش نظر ہر فرد کی بنیادی ضروریات کا تعین کرنا چاہیے تاکہ باصلاحیت افراد اپنی زائد از ضرورت کمائی کا تعین کر سکیں اور معذور کی بنیادی ضروریات کی کفالت ہو سکے۔

**سرمایہ دارانہ ذہنیت کا استیصال**

قرآن نے انسان کا معاشی مسئلہ حل کرتے وقت اس سرمایہ دارانہ ذہن کو بھی سامنے رکھا، جو یہ بات پھیلاتا ہے کہ جب زائد از ضرورت کمائی پر انسان کو تصرف کا حق حاصل ہو گا تو وہ زائد از ضرورت کمائی ہی کیوں کرے گا؟ قرآن نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ قدرت نے انسان کو جو صلاحیتیں عطا کی ہیں، ان میں سے وہ ہر ایک کا جواب دہ ہے۔ جو شخص جس نسبت سے ناجائز کاموں پر اپنی صلاحیتوں کو ضائع کرے گا یا جائز کاموں پر صرف کرنے میں تساہل برتے گا، اسی نسبت سے سزا کا مستحق قرار پائے گا۔ "ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا"[۱۲] کان، آنکھ اور دل ان سب (صلاحیتوں) کے بارے میں یقیناً باز پرس ہو گی۔

**صلاحیتیں امانت ہیں**

صلاحیتیں اللہ کی طرف سے انسان کو بطور امانت دی گئی ہیں، اور اس امانت کی ادائیگی ان کے صحیح اور کامل استعمال سے ہو گی۔

قرآن نے ایسے انسانوں کی تعریف "القوی الامین"[۱۳] "باصلاحیت، امانت دار" کے الفاظ سے کی ہے۔ قرآنی تعلیمات سے سرشار لوگ فرائض منصبی کی ادائیگی کے وقت اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں اور اپنی محنت و مشقت کی کمائی میں جب دوسروں کو شریک کرتے ہیں تو ایسا خلوص نیت کے ساتھ کرتے ہیں: "تثبیتاً من انفسھم"[۱۴] خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، نہ ریا و فخر کا مظاہرہ کرتے ہیں، نہ احسان جتاتے ہیں اور نہ بیگار لینے کا

---

[۱۱] القرآن۔ ۷۰ : ۲۴-۲۵

[۱۲] القرآن۔ ۱۷ : ۳۶

[۱۳] القرآن۔ ۲۸ : ۲۶

[۱۴] القرآن۔ ۲ : ۲۶۵

خیال دل میں لاتے ہیں بلکہ اپنی کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کو اپنے پروردگار کی طرف سے فرض سمجھتے ہیں اور اس فرض کی ادائیگی کے صلے میں اس کی خوشنودی کے طلب گار ہوتے ہیں۔" وما تنفقون الا ابتغاء وجہ اللہ "[15] اور جو کچھ اس طرح خرچ کرو گے ، اللہ کی خوشنودی کے لئے کرو گے۔ وہ اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ جو کمائی نمائش کرنے اور بیگار لینے کے جذبے کے تحت خرچ کی جاتی وہ ضائع ہو جاتی ہے " لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی "[16] اپنی کمائی احسان جتا کر اور بیگار لے کر ضائع نہ کرو۔

## معذور و مصیبت زدہ کی عزت نفس کی برقراری

قرآنی تعلیمات پر مبنی معاشی نظام محتاج و محروم اور مصیبت زدہ کو باصلاحیت لوگوں کی کمائی میں شریک کرتے وقت ان کی عزت نفس کو برقرار رکھنے کی پوری ضمانت دیتا ہے۔ اوپر اس بات کی وضاحت ہو چکی ہے کہ باصلاحیت انسان کی زائد از ضرورت کمائی محروم و محتاج کا حق ہے۔ یہ حق حقداروں کی طرف لوٹاتے وقت قرآن نے صرف اس شخص کو اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرایا ہے جو احسان جتائے بغیر اور کسی کو جسمانی اور روحانی تکلیف پہنچائے بغیر ایسا کرتا ہے۔ " لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم "[17] نہ اس خرچ کا احسان جتاتے ہیں اور نہ تکلیف دیتے ہیں، ایسے لوگوں کا اجر ان کے پروردگار کے پاس محفوظ رہتا ہے اور جو لوگ اس حق کو لوٹاتے وقت معذور و محروم اور مصیبت زدہ پر احسان جتاتے ہیں اور انہیں جسمانی و روحانی تکلیف پہنچاتے ہیں ان کی کمائی برباد ہو جاتی ہے۔" لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی "[18] احسان جتا کر اور تکلیف دے کر اپنی کمائی ضائع نہ کرو۔

## دکھاوا بے ثمر رہتا ہے

جو شخص اپنی زائد از ضرورت کمائی میں دوسروں کا حق خیال نہیں کرتا اور اسے " رئاء الناس "[19] لوگوں کو دکھاوے کے لئے یا احسان جتانے اور اذیت دینے کے لئے استعمال کرتا ہے، اسے ایک ایسی سنگلاخ چٹان سے تشبیہ دی

---

[15] القرآن۔ ۲ : ۲۷۲
[16] القرآن۔ ۲ : ۲۶۴
[17] القرآن۔ ۲ : ۲۶۲
[18] القرآن۔ ۲ : ۲۶۴
[19] القرآن۔ ۲ : ۲۶۴

گئی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہوئی ہو، تو اس کی اصلیت کو چھپاتے ہوئے ہو اور زور کا مینہ اسے ننگا کردے اور اس کی اصلیت لوگوں پر واضح ہو جائے۔ "فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدًا[۲۰]" اس کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے۔ اسلام نے انفاق کی بنیاد خلوص نیت سے اللہ کی خوشنودی کے حصول کو قرار دیا ہے۔ جسے ایک زرخیز ٹیلے پر واقع باغ سے تشبیہ دی گئی ہے جس پر اگر زور کا مینہ برسے تو وہ دوگنا پھل لائے اور اگر محض بوندا باندی ہو تو اس سے بھی سرسبز و شاداب رہے۔ "ومثل الذین ینفقون اموالھم ابتغاء مرضات اللہ و تثبیتا من انفسھم کمثل جنۃ بربوۃ اصابھا وابل فآتت اکلھا ضعفین فان لم یصبھا وابل فطل[۲۱]" جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایک باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو جب اس پر مینہ پڑے تو دگنا پھل لائے اور اگر مینہ نہ پڑے تو پھوار ہی کافی ہو۔

قرآنی تعلیمات کی رو سے ذرائع پیداوار اللہ کی ملکیت ہیں۔ مسئلہ معاش میں سہولت پیدا کرنے کے لئے ان ذرائع سے استفادے کی یہ صورت پیدا کی کہ انہیں سب کے لئے مشترک قرار دیا۔ صلاحیتوں میں تفاوت میں یہ حکمت رکھی کہ محتاج و معذور و محروم لوگوں کی کفالت، باصلاحیت لوگوں پر ڈالی جا سکے اور اس شرکت کو فرض قرار دیا اور اس فرض کی ادائیگی کو باصلاحیت لوگوں کے لئے روحانی تسکین اور اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنایا اور معذور و محروم لوگوں کی عزت نفس کی برقراری کو ملحوظ رکھا، اس طرح ایک ایسے متوازن معاشرے کی تشکیل کے لئے بنیادی اصول دے دیئے جو ہر قسم کے استحصال سے پاک ہو۔

## قدیم ظالمانہ معاشی نظام کے مفاسد کا استیصال

اسلام نے جہاں عدل و انصاف پر مبنی نئے معاشی نظام کو قائم کیا وہاں قدیم ظالمانہ نظام کے مفاسد کی نشاندہی کی اور ان کے استیصال کے لئے مؤثر اقدامات کئے۔

---

۲۰ القرآن - ۲ : ۲۶۴

۲۱ القرآن - ۲ : ۲۶۵

قدیم معاشی نظام میں چند لوگ ذرائع پیداوار پر قابض ہو کر انسانوں کی کثیر آبادی کو معاشی غلام بنا لیتے تھے۔ اسلام نے ذرائع پیداوار کو اللہ کی ملکیت قرار دیا اور ان سے استفادے کے لئے سب انسانوں کو مساوی حقوق عطا کئے۔

**زمین اور صنعت و تجارت**

زمانہ قدیم سے زمین اور صنعت و تجارت سب سے بڑے ذرائع پیداوار رہے ہیں۔ اگرچہ زمین کو ہمیشہ اولیت حاصل رہی۔ ذرائع پیداوار کو ذاتی ملکیت میں لینے کے رواج سے جتنے مفاسد پیدا ہوئے، قرآن نے انہیں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ صنعت و تجارت میں جن بدعنوانیوں کا ارتکاب ہو رہا تھا قرآن نے ان پر مکی دور کی آیات میں خاص طور پر سخت تنقید کی۔

**سود اور ربا**

قرآن نے صنعت و تجارت میں پیدا ہونے والے مفاسد کی نشاندہی کی اور ان کے لئے ایک جامع اصطلاح "ربا" استعمال کی اور حکم دیا "وذروا ما بقی من الربٰو"[22] جو کچھ بھی ربا (سود) باقی رہ گیا ہے، اسے چھوڑ دو۔ ربا کے تباہ کن نتائج کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایمان باللہ اور ربا کو دو متضاد عقیدے قرار دیا اور حکم دیا کہ اگر ایمان باللہ کا عقیدہ رکھتے ہو "ان کنتم مومنین"[23] تو ربا چھوڑ دو اور اگر ربا کو نہیں چھوڑ سکتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ"[24]

ربا کی تعریف یہ ہے: "الربا الفائدۃ والربح الذی یتناولہ المرابی من مدینہ"[25] ربا ہر اس قلیل یا کثیر فائدہ یا نفع کو کہتے ہیں جو مالدار و سرمایہ دار اپنے مال و سرمایہ کے بدلے کسی ضرورت مند سے قرض کے صلے میں حاصل کرتا ہے۔ یہ فائدہ خواہ بلاواسطہ مال میں اضافے کی صورت میں ہو، خواہ بالواسطہ جسمانی بیگار اور انسانی محنت کے استحصال کی شکل میں ہو، ربا کہلائے گا۔ علاوہ ازیں ربا ہر قسم کے تجارتی، سماجی و معاشرتی لین دین

---

[22] القرآن - ۲ : ۲۷۸

[23] القرآن - ۲ : ۲۷۸

[24] القرآن - ۲ : ۲۷۹

[25] المنجد فی اللغۃ والادب والعلوم۔

گویا یہی معاملات میں استحصال کی جملہ اقسام پر مشتمل ہے۔[26]

**مزارعت و مخابرت**

سب سے بڑے ذریعہ پیداوار زمین کو ذاتی ملکیت میں لینے کے نتیجے میں جاگیرداری اور زمینداری کا استحصالی نظام پیدا ہوا۔ اسلام نے اس نظام کے مفاسد کے اسباب کی نشاندہی مزارعت اور مخابرت کی اصطلاحات سے کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو بٹائی یا لگان پر دینے سے منع فرمایا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن کراء المزارع[27]

ایک اور موقع پر اس کی وضاحت یوں فرمائی: "جس کے پاس کوئی زمین ہو اسے چاہیئے کہ یا خود کاشت کرے یا اپنے کسی بھائی کو زراعت کے لئے دے دے، مگر کرائے پر نہ دے، نہ تہائی پیداوار پر، نہ چوتھائی پر، نہ ایک مقررہ مقدار غلہ پر۔"[28]

مخابرت کے بارے میں ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المخابرة قلت وما المخابرة قال ان تاخذ الارض بنصف او ثلث او ربع۔[29]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخابرت سے منع فرمایا ہے۔ راوی نے حضرت زید بن ثابت صحابی رسول ؐ سے پوچھا مخابرت کیا ہے؟ حضرت زید نے جواب میں کہا کہ مخابرت یہ ہے کہ تم آدھی، تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض زمین لو۔

امام زیلعی نے بٹائی، لگان، مستاجری وغیرہ کی جملہ اقسام کی ممانعت نقل کی ہے۔ واخرجه البخاری ایضاً عنه قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المحاقلة والمخابرة

---

[26] امام ابن حزم نے ان اقسام کو "بیع قرض وسلم" کا نام دیا ہے (المحلی طبع مصر، ج ۸، صفحہ نمبر ۴۶۷۔

[27] محمد بن اسمٰعیل البخاری، الصحیح البخاری، طبع مصر ۱۳۷۷ھ الجزء الثالث صفحہ ۱۴۱۔

[28] حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ الحازمی، متوفی ۵۸۴ھ کتاب الاعتبار، طبع منیریہ، مصر، ۱۳۴۶ھ صفحہ ۱۳۵

[29] امام ابوداؤد، سنن ابی داؤد، جلد ۳، ص ۲۷۳، بیروت

والملامسة والمنابذة والمزابنة[۳۰]

جلیل القدر صحابہ سے مزارعت و مخابرت کی ممانعت کے بعد امام ابن حزم نے خلافت اسلامیہ کے عظیم تابعین کا اس پر اجماع نقل کیا ہے[۳۱] عکرمہ، مجاہد اور عطاء (مکہ) قاسم بن محمد (مدینہ) مسروق اور شعبی (کوفہ) ابن سیرین اور حسن بصری (بصرہ)، مکحول (دمشق) طاؤس (یمن) ان سب نے زمینداری اور جاگیرداری کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔

امام ابو یوسفؒ نے مزارعت کے خلاف امام اعظم کا مشہور فتویٰ اس طرح نقل کیا ہے:

اذا اعطی الرجل الرجل ارضا مزارعته بالنصف او الثلث او الربع او اعطی نخلا او شجرا معاملته بالنصف او اقل من ذلك او اکثر فان ابا حنیفه کان یقول هذا کله باطل[۳۲]

جب کوئی شخص زمین آدھی یا تہائی یا چوتھائی پر کسی دوسرے شخص کو دے یا کھجور اور دیگر پھلوں کے باغ کا معاملہ آدھی یا اس سے کم و بیش بٹائی پر کرے تو امام ابو حنیفہ ایسی صورت میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب باطل ہے۔

مزارعت و مخابرت کی واضح ممانعت سے ثابت ہوا کہ ذرائع پیداوار کا صرف اسی حد تک تصرف جائز ہے، جس حد تک ان سے خود اپنی محنت سے کمائی کی جاسکے۔ نا ئد از ضرورت زمین، نا ئد از ضرورت سرمائے کی طرح ہے۔ اور زائد از ضرورت سرمائے، محتاج و محروم کے حق کو روک رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب کی خبر سنائی ہے: والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل اللہ فبشرهم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیها فی نار جهنم فتکوی بها جباههم وجنوبهم وظهورهم هذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون[۳۳]" جو لوگ سونا چاندی (سرمایہ) جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو اس دن کے دردناک عذاب کی خبر سنا دو جس دن وہ (مال) دوزخ کی آگ میں

---

[۳۰] نصب الرایۃ، جزء ۴ ص ۱۲، ڈابھیل (انڈیا) ۱۹۳۸ء

[۳۱] ابن حزم، المحلی، طبع بیروت، جزء ۸ ص ۲۱۳

[۳۲] اختلاف ابی حنیفہ و ابن ابی لیلیٰ طبع مصر ۱۳۵۷ھ، صفحہ ۴۱ - [۳۳] القرآن ۹: ۳۴-۳۵

خوب گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانیاں، پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا کہ) یہ وہی ہے جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا۔ سو جو تم جمع کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔

صنعت و تجارت میں سود و ربا اور اراضیات میں مزارعت و مخابرت کے مترادف ہونے کا ثبوت خود نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: من لم یذر المخابرة فلیاذن بحرب من اللہ ورسولہ[۳۴] جو شخص مخابرت سے باز نہ آئے وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جائے۔ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں کہ یہ وہی اعلان جنگ ہے جسے قرآن نے سُود و ربا کا کاروبار نہ چھوڑنے والوں کے خلاف کیا تھا۔ "فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ[۳۵]" اگر سودی کاروبار سے باز نہ آؤ تو اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بعض حدیثوں میں مزارعت و مخابرت پر "ربوٰ" کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے[۳۶]

اب تک کے مباحث کا خلاصہ یہ ہے:۔

(الف) • ذرائع پیداوار صرف اللہ کی ملکیت ہیں ۔

• انسانی صلاحیتوں میں تفاوت، محتاج و محروم کی کفالت کا سبب ہے ۔

• خدا داد صلاحیتیں اللہ کی امانت ہیں، ان امانتوں کی ادائیگی صلاحیتوں کے کامل استعمال پر موقوف ہے ۔

• محتاج و محروم شخص باصلاحیت انسان کی کمائی میں بطور خیرات نہیں حکماً شریک ہے۔

• باصلاحیت کی زائد از ضرورت کمائی میں محتاج و محروم کی شرکت کا اصل محرک اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔

(ب) • مسئلہ معاش میں فساد کا اصل سبب اراضیات میں مزارعت اور صنعت و تجارت میں سود (ربا) ہے۔

• اسلام میں مزارعت و مخابرت اور سود و ربا مترادف ہیں اور دونوں کی ممانعت ہے۔

---

[۳۴] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان طبع سلفیہ مصر، صفحہ ۲۷۷، حدیث نمبر ۱۱۲۴ - نیز ابو داود

[۳۵] القرآن ۲: ۲۷۹

[۳۶] مناظر احسن گیلانی، اسلامی معاشیات، حیدر آباد دکن، ۱۹۴۷ء، صفحہ ۳۷۵، تشریحی نوٹ۔